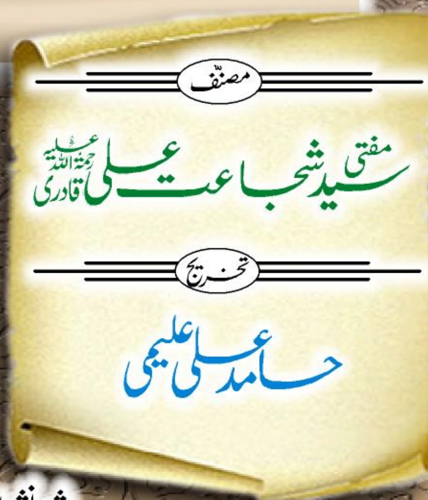
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا



مسلمان کی تعریف
اور
مرتد کی سزا





مصنف

مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

تخریج

حامد علی علیمی

شعبہ نشرواشاعت

فدائیانِ ختمِ نبوت پاکستان

www.khatm-e-nabuwwat.com









قادیانیوں کی مصنوعات

BOYCOTT

BOYCOTT

اہل ایمان کے لئے لمحہ فکریہ!

ترتیب وتصنیف

ابو عمّار

غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صرف ایک مرتبہ اس کو

ضرور پڑھیں




یہ مختصر کتابچہ مفت حاصل کرنے کیلئے رابطہ کریں۔






فدائیانِ ختمِ نبوت پاکستان

www.khatm-e-nabuwwat.com



مقدمہ

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اپنے حبیبِ مکرم خاتم النبیین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر قرآن کریم کو نازل کیا جس میں آنکھ والوں کے لیے ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ قرآن وسنّت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ نے مختلف مواقع پر مختلف اُمور واحکام کی "تعریف" بیان فرمائی ہیں، مثلاً "مؤمن"، "کلالہ" اور "دنیا" کی تعریف وغیرہ۔ مشہور حدیث میں حضرت جبریل امین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے ایمان، اسلام اور احسان کی تعریف پوچھی، تو آپ علیہ السلام نے بڑی وضاحت سے اِن سب کی جامع تعریفات ارشاد فرمائیں۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کے زمانے میں مختلف قسم کے فتنے سر اٹھانے لگے، کوئی موزوں پر مسح کا انکار کر بیٹھا، تو کوئی شیخین (حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی فضیلت کا منکر ٹھہرا، لہٰذا اُس وقت کے اکابرینِ اُمّت نے "اسلام ومسلمان" کی تعریف میں چند چیزوں کا اضافہ کیا تاکہ اُن فتنوں کا سدِباب ہو سکے۔

یاد رہے کہ جب کسی جگہ شعائرِ اسلام میں سے کسی چیز کا "انکار" کر کے اُس پر عمل کو ترک کیا جانے لگے، تو اگرچہ وہ چیز فی نفسہ فرض وواجب کے بجائے سُنت ہی کیونکہ نہ ہو، اُس کا اُس جگہ کیا جانا لازمی وضروری ہو جاتا ہے، مثلاً جب ایک زمانے میں موزوں پر مسح کا انکار کیا جانے لگا جو بشمول سیدنا علی بن ابی طالب، ستّر سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مرویات سے ثابت ہے، تو اُس وقت کے علماء ومشائخ نے یہ شرط رکھی کہ مسلمان وہ ہے جو "ایمانِ مفصل" میں مذکور اُمور پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ "موزوں پر مسح کو جائز سمجھتا ہو"۔ اسی طرح جب شیخین کریمین رضی اللہ

عنہما کی تمام صحابہ پر فضیلت کا انکار کیا جانے لگا تو اس شرط کا اضافہ کر دیا گیا کہ "وہ موزوں پر مسح کو جائز سمجھتا ہو اور شیخین کو فضیلت دیتا ہو"۔ (ملاحظہ ہو"فقہ اکبر"وغیرہ)

اسی طرح "مملکتِ خداداد پاکستان" کے قیام کے بعد جب منکرینِ ختم نبوت کے فتنے نے اس سرزمین پر سر اٹھایا تو علماء و مشائخ نے "آئینِ پاکستان" میں "مسلمان کی تعریف" کا مطالبہ کیا اور اس تعریف میں نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے اقرار کو لازمی قرار دیے جانے کا کہا تاکہ "منکرینِ ختم نبوت" کا سدِ باب ہو۔ چنانچہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے 15، اپریل 1972ء کو قومی اسمبلی میں "مسلمان کی تعریف" اور قادیانیوں کو "غیر مسلم اقلیت" قرار دینے کا مطالبہ کیا اور فرمایا کہ

"میں مسلمان کی تعریف کرونگا جو شخص اللہ تعالیٰ وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور حضور انور ﷺ کے آخری نبی ہونے کا یقین رکھتا ہو وہ مسلمان ہے، لیکن مرزائی قادیانی غیر مسلم ہیں، اِس قسم کی تعریف اور پابندی اِس کے اندر موجود نہیں ہے"۔[1]

اس پر اُس وقت کے مذہبی اُمور کے ترجمان اور مرکزی کابینہ کے وزیر مولانا کوثر نیازی صاحب نے مولانا نورانی اور دیگر علماء کو چیلنج کیا کہ وہ سب مل کر مسلمان کی کوئی ایک تعریف پیش کریں، ہم انہیں وقت دینے کے لیے تیار ہیں، اگر اِن سب کا جواب ایک ہوا تو میں اسے ضرور مان لوں گا، مگر مجھے یقین ہے کہ ان کا جواب قطعاً ایک نہیں ہو گا۔[2]

---

1 کارروائی قومی اسمبلی، 15 اپریل، 1972ء، ص199، بحوالہ تحریکِ تحفظ ختمِ نبوت، ص400۔

2 کارروائی قومی اسمبلی، 15 اپریل، 1972ء، ص140-142، بحوالہ تحریکِ تحفظ ختمِ نبوت، ص402-403، ملخصاً۔

چنانچہ جمعیت علمائے پاکستان کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمۃ نے یہ چیلنج قبول کیا۔ اس کے بعد جمعیت علماءِ پاکستان کے مرکزی رہنماؤں کا اجلاس ہوا جس میں مسلمان کی جامع و مختصر تعریف تجویز کی گئی[3]۔ مولانا نورانی نے مفکرِ اسلام علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے "مسلمان اور مرتد" کی تعریف لکھنے کو کہا، جس پر مفتی صاحب نے ایک مختصر رسالہ **"مسلمان کی تعریف اور مرتد کی سزا"** تحریر فرمایا، جواب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس کی طبعِ جدید کے محرک فدائیانِ ختمِ نبوت پاکستان (کراچی) کے ناظمِ اعلیٰ مولانا عمران الحق شیخ بنے جنہوں نے اس پر جدید تقاضوں کے مطابق حوالہ جات کی تخریج اور آئینِ پاکستان کی روشنی میں اس کی تحقیق کا کام کروایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں کو دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کرنے والوں کے غلاموں میں قبول فرمائے۔

آمین، بجاہ النبی الامین ﷺ

الراجی الیٰ لطف ربہ العمیمی
حامد علی علیمی

22، شعبان المعظم 1433ھ بمطابق 12 جولائی، 2012ء، کراچی

---

3 کار روائی قومی اسمبلی، 15 اپریل، 1972ء، ص 151-152، بحوالہ تحریکِ تحفظ ختمِ نبوت، ص 404، ملخصًا۔

مفکرِ اسلام مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

"حضرت مولانا سید شجاعت علی بن حضرت علامہ مفتی سید مسعود علی قادری جنوری 1941ء میں بدایون یوپی (انڈیا) میں تولد ہوئے۔[4]

تعلیم وتربیت: ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ حافظیہ سعدیہ، دادوں ضلع علیگڑھ سے حاصل کی۔ ناظرہ قرآن مجید حافظ غلام ربانی سے پڑھا۔ اس کے بعد مفتی صاحب اپنے والدین کے ساتھ دس سال کی عمر 1951ء میں پاکستان، ملتان تشریف لے آئے اور یہاں "مدرسہ انوار العلوم" کچہری روڈ میں تعلیم کا آغاز کیا اور اسی درسگاہ سے اپنے والد ماجد کی سرپرستی میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے مشہور ومعروف اساتذہ میں علامہ مفتی سید مسعود علی قادری، رئیس المناظرین حضرت علامہ مفتی عبد الحفیظ حقانی (والد مولانا محمد حسن حقانی) اور رازیِ زماں محدث اعظم حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

تقریباً اٹھارہ سال کی عمر میں "انوار العلوم" ملتان سے سند الفراغ حاصل کرنے کے بعد کراچی کو رونق بخشی، 1970ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ اے اسلامیات، 1974ء میں ایم۔ اے عربی کی ڈگریاں بڑے اعزاز سے حاصل کیں اور 1985ء میں اسی یونیورسٹی سے "بارھویں تیرھویں صدی ہجری کے سندھی علماء کی عربی علم وادب میں خدمات" کے موضوع پر تحقیقی کام کیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

درس وتدریس: کراچی میں اہل سنت وجماعت کے مختلف مدارس میں درس وتدریس اور افتاء کا کام بڑی دقتِ نظری اور جانفشانی سے سر انجام دیا۔ "مدرسہ مظہر العلوم"

4۔ "شرح الصدور"، ص 41، مطبوعہ سبز واری پبلشرز کراچی 1998ء۔

جامع مسجد آرام باغ سے تدریس کا آغاز کیا۔ لیکن چند سال بعد علمائے اہلِ سُنت کے اِصرار پر آپ نے "دار العلوم امجدیہ" میں بہ حیثیت مفتی وصدر مدرس خدمات انجام دیں۔ لیاقت کالج ملیر کراچی میں سولہ سال تک پروفیسر رہے، سترہ سال دار العلوم امجدیہ میں افتاء وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ اپنی عمر کے آخری سالوں میں "جامعہ علیمیہ اسلامیہ" المرکز الاسلامی، شمالی ناظم آباد، کراچی میں شیخ الحدیث اور رئیس دار الافتاء بھی رہے۔

بیعت: آپ، پیر طریقت صوفی باصفا حضرت سید کفایت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (پیر کالونی) کے ہاتھ پر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔[5]

دارالعلوم نعیمیہ کا قیام: مفتی صاحب نے اپنے چند مخلص دوستوں کے ساتھ مل کر 1975ء میں دارالعلوم نعیمیہ کا آغاز فرمایا۔ دارالعلوم نعیمیہ دستگیر سوسائٹی بلاک 15 فیڈرل بی ایریا کراچی کا سنگ بنیاد اپنے استاد محترم حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء ومشائخ اہل سنت سے رکھوایا اور دار العلوم نعیمیہ کے پہلے مہتمم، مفتی اور شیخ الحدیث قرار پائے۔

تلامذہ: آپ کے تلامذہ کی فہرستِ طویل میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

علامہ الحاج پیر سید منور علی شاہ جیلانی قادری خطیب جامع مسجد رحمت بھیم پورہ کراچی۔

مولانا سید عرفان حسین شاہ مشہدی بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤ الدین

مولانا عبد الجبار نیازی مدرس دارالعلوم مہریہ صحافی سوسائٹی گلشن اقبال کراچی

صاحبزادہ سید ناصر علی قادری

---

5 "تذکرہ اولیائے سندھ"، ص146۔

مولانا سید محمد اشرفی جیلانی درگاہ اشرفیہ فردوس کالونی کراچی

تصنیف و تالیف: مفتی صاحب کی شدید خواہش تھی کہ وہ عربی میں علم حدیث پر کوئی وقیع کتب لکھیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الآثار" کی عربی میں مبسوط شرح لکھنے کا آغاز کیا۔ وہ اس کتاب میں امامِ اعظم ابو حنیفہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی علمِ حدیث میں خدمات کو نمایاں طور پر پیش کرنا چاہتے تھے کہ تقدیر نے ان کو اس کام کی تکمیل کی مہلت نہیں دی۔ انہیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی نیت کا ثواب مل جائے گا، لیکن ایک اہم کام رہ گیا اس کے علاوہ بعض کتابیں تصنیف اور بعض کی شرح رقم فرمائی اور بعض کتابوں کے عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمے کئے ان میں سے چند یہ ہیں:

1۔ **تفسیر مظہری:** علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ (نامکمل) مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

2۔ المواھب اللدنیہ علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ غیر مطبوعہ۔

3۔ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان: شیخ ابن حجر مکی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی.

4۔ شرح الصدور بشرح حال الموتٰی والقبور:۔ علامہ جلال الدین سیوطی، طبع اول مدینہ پبلشنگ کمپنی، طبع ثانی سبز واری پبلشرز کراچی، طبع ثالث ضیاء الدین پبلشرز کراچی۔

5۔ "شرح عقائد کی عربی شرح"

6۔ "فتاویٰ رضویہ": امام احمد رضا خان بریلوی، جلد اول کے دو حصوں کی عربی عبارات کا ترجمہ کیا۔ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

7۔ مجدد الامۃ / من ھو امام احمد رضا (عربی)

8۔ دعوتِ فکر: از مولانا محمد منشا تابش قصوری کا اردو سے عربی میں ترجمہ کیا۔

9۔ فقہ اہل سنت جلد اول مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

10۔ انشاء العربیہ 4 جلدیں (عربی) درس نظامی کے ابتدائی طلباء کے لئے عربی ادب کا ایک خوبصورت گلدستہ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ودیگر۔

11۔ "بارہویں تیرہویں صدی ہجری کے سندھی علماء کی عربی علم وادب میں خدمات" (عربی) 2 جلدیں پی ایچ ڈی کا مقالہ۔

12۔ فتاویٰ کتاب المیراث۔ 13۔ رجب کے کونڈے۔

14۔ تین طلاقوں کا مسئلہ۔ 15۔ سوشلزم کیا ہے؟

16۔ عدالت اسلامیہ۔ 17۔ کتاب الوصیت

اس کے علاوہ بہت سے موضوعات پر متعدد علمی اور گراں قدر مقالے تحریر فرمائے جو کہ ملک وبیرون ملک کے بہت سے رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ بالخصوص ماہنامہ "ترجمان اہلسنت کراچی" میں۔[6]

خطابت: مفتی صاحب عربی اہلِ زبان کی طرح بولتے تھے، وہ بہت عمدہ خطیب تھے ملک وبیرون ملک میں بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کرتے تھے۔ انہوں نے تین مرتبہ برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا اور وہاں بڑی بڑی عظیم الشان کانفرنسوں میں خطابت کے جوہر دکھائے وہ ہر موضوع پر فی البدیہہ تقریر کرتے تھے، اہل برطانیہ ان سے بہت مانوس تھے، ہالینڈ اور بھارت میں بھی متعدد جلسوں سے خطاب کیا، عراق اور برطانیہ کی بعض

6۔ "تذکرہ اولیائے سندھ"۔

بین الاقوامی کانفرنسوں میں انہوں نے عربی میں خطاب کیا۔ ریڈیو اور ٹی وی کے بہت مقبول مقرر تھے۔

شخصیت: انہوں نے کم عمر پائی لیکن ان کی خدمات جلیلہ اور ان کے عظیم کارنامے ان کی عمر سے بہت زیادہ ہیں۔ وہ بظاہر ایک شخص تھے لیکن حقیقت میں ایک ادارہ تھے۔ وہ اعلیٰ اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔ بہت شگفتہ مزاج، بذلہ سنج اور حاضر جواب تھے وہ ہر بزم کی رونق اور ہر محفل کی جان تھے۔ وہ قادر الکلام تھے اور بہت فصیح و بلیغ گفتگو کرتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت ان کی خلوت اور جلوت میں رہنے والے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ان کی زبان سے کبھی ناشائستہ کلمہ نہیں سُنا گیا۔ ان کو کبھی غم میں از خود رفتہ دیکھا نہ غصہ میں بے قابو۔ ان کا حوصلہ اور حلم مثالی تھا۔ وہ ہمیشہ سلام میں سبقت کرتے تھے۔ تلامذہ کی بھی عزت فرماتے تھے، ہمیشہ چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور انہیں کام کرنے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ فراہم کرتے تھے۔ اہل سنت و جماعت کے افتراق اور انتشار سے بہت پریشان رہتے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ جماعت اور تنظیم کی کوشش فرمائی۔ وفاقی شرعی عدالت میں چھ سال تک بطور جسٹس ملک و ملت کی خدمات کرتے رہے، کراچی یونیورسٹی کی سینڈیکیٹ کمیٹی کے ممبر تھے، وفاقی شرعی عدالت سے الگ ہونے کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بنے اور کونسل کی متعدد سب کمیٹیوں میں کام کیا۔ نفاذ شریعت کمیٹی میں بھی شامل تھے لیکن ان تمام مناسب جلیلہ کے باوجود مزاج میں تواضع وانکساری ہمیشہ رہی۔

اولاد: مفتی صاحب کے تین صاحبزادے (1) ڈاکٹر سید فراست علی قادری M.B.B.S. (2) سید محمد علی قادری (3) مولانا حافظ سید ناصر علی قادری ہیں۔ ناصر

علی 1993ء کو دارالعلوم نعیمیہ سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں اور مادر علمی میں ہی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

وصال: پروفیسر ڈاکٹر جسٹس علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری 24 جنوری 1993ء میں وزارت بہبود آبادی کی طرف سے ایک وفد کے ساتھ انڈونیشیا کے علمی و تحقیقی دورے پر تشریف لے گئے ابھی یہ دورہ جاری تھا کہ 4 شعبان المعظم 1413ھ بمطابق 28 جنوری 1993ء میں 52 سال کی عمر میں دوران سفر دل کا دورہ پڑا جو کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ چند روز کے بعد جکارتہ سے پاکستان آپ کا جسم نورانی لایا گیا اور دارالعلوم نعیمیہ دستگیر سوسائٹی میں دفن کیا گیا جہاں مزار شریف مرجع علماء و طلباء ہے۔ نماز جنازہ، ان کے بڑے بھائی مولانا سعادت علی قادری صاحب نے پڑھائی اور علامہ سید محمد مظہر سعید شاہ کاظمی صاحب نے دُعا فرمائی۔[7]

خواب میں رہنمائی: حضرت علامہ مفتی احمد میاں برکاتی صاحب (شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء احسن البرکات حیدر آباد سندھ) فرماتے ہیں: "علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ رحمۃ اللہ الباری ایسے استاذ تھے جو استاذ گر تھے۔۔۔ ایسے عالم تھے ۔۔۔ جو عالم گر تھے۔۔۔ اس زمانے کے بہت سے مصنفین و مترجمین مفتی صاحب کی تحریک و تشویش کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔۔۔ فقیر کو بھی ان سے خاص نسبتِ تلمذ حاصل ہے۔۔۔ مفتی سید شجاعت علی صاحب قادری، میدانِ علم میں وسعتِ نظر رکھتے تھے۔۔۔ اور جدید مسائل پر لکھنے میں کوشاں رہتے تھے، بعض مرتبہ ہم چند تلامذہ۔۔۔ ان کی شفقت کی وجہ سے مسائل میں بہت زیادہ حجت کرتے تھے۔۔۔ اور کھل کر

7۔ ماہنامہ "الاشرف" کراچی، مفتی شجاعت علی قادری نمبر 1993ء۔

اختلاف کر لیا کرتے تھے۔۔۔ بعض اوقات والدِ گرامی خلیلِ ملّت حضرت علامہ مفتی خلیل خاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ جب "دار العلوم امجدیہ"، کراچی میں امتحان کے لئے تشریف لاتے ۔۔۔ تو مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے علمی نشست ہوتی۔۔۔ اور حضرت خلیل ملت رحمۃ اللہ علیہ گلستانِ رضوی کے پھولوں کی مہک سے مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب کو آشنا کرتے اور امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ سے ماخوذ مسائل بتاتے اور اپنی رائے دیتے۔۔۔ مگر مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب، کوئی نہ کوئی پہلو جدّت و ندرت کا ضرور نکال لیتے اور نشست ختم ہو جاتی تھی۔۔۔ جب حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور فقیر ان کے جنازے میں شرکت کو حاضر ہوا۔۔۔ اور حضرت کا خوبصورت چہرہ دیکھا۔۔۔ تو ان کے جسد کے پاس کھڑا ہوا۔۔۔ اور عرض کیا کہ "حضرت آپ دنیا سے جلد تشریف لے گئے اور آپ بہت اچھی جگہ میں ہیں۔۔۔ لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ مجھے خواب میں زیارت کرائیں گے اور مجھے یہ ضرور فرمائیں گے کہ کیا وہ راستہ زیادہ عمدہ رہا جس پر آپ نے قدم رکھا یا وہ راستہ جس پر اکابر علماء چلتے رہے اور جس کی ترغیب ہمیں تصانیف رضا میں ملتی ہے ؟!" مجھے یقین تھا کہ حضرت استاذی ضرور اس کا جواب دیں گے۔۔۔ وقت گزرتا رہا۔۔۔ حتیٰ کہ حضرت کا فاتحہ چہلم قریب آگیا۔۔۔ فاتحہ چہلم کی شب فقیر نے مفتی صاحب کی زیارت کی۔۔۔ دیکھا کہ مفتی صاحب اپنے پرانے گھر (لیاقت آباد) کے باہر، کچی مٹی پر چٹائی بچھا کر نماز عصر پڑھ رہے ہیں اور قریب ہی حضرت کی پرانی گاڑی فوکسی کار کھڑی ہے۔۔۔ فقیر قریب جاکر کھڑا ہوا۔۔۔ جب حضرت نے سلام پھیرا تو سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا۔۔۔

فقیر نے عرض کیا کہ "حضرت! آپ اپنے پرانے مکان میں کیوں آ گئے؟ (وقت وصال آپ گلشن اقبال کے مکان میں منتقل ہو چکے تھے) فرمایا کہ میاں! ہم دوبارہ اسی مکان میں آ گئے یہی ہمیں اچھا لگا"۔۔۔۔ گویا آپ نے فقیر کی عرض پر کرم فرمایا اور خواب میں تشریف لا کر بتا دیا کہ طریقہ پُرانا ہی اچھا ہے۔۔۔ مکان پرانا۔۔ زمین کچی۔۔۔ مصلیٰ چٹائی کا۔۔۔ گاڑی پرانی۔۔۔ حسن منظر سے پیغام دے گئے کہ اکابر کے پرانے راستوں کو نہ چھوڑنا۔۔ فقیر کو یہ خواب آج بھی ایسا ہی یاد ہے کہ جیسے آج ہی دیکھا ہے۔۔"۔[8]

8 ماخوذ از "انوارِ علمائے اہلسنت سندھ"، تحقیق و ترتیب صاحبزادہ سید محمد زین العابدین شاہ راشدیؔ، زاویہ پبلشرز لاہور 2006ء، ص327-331۔

مسلمان کی تعریف

اور

مُرتد کی سزا

از: مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ

اخی المعظم **علامہ الشاہ احمد نورانی** مدظلہ العالی (ایم۔این۔اے) نے مجھے حکم دیا کہ میں مسلمان کی تعریف اور مرتدین کے بارے میں کچھ تحریر کروں تاکہ مسلمانانِ پاکستان ان دونوں معاملات کی اہمیت سے واقف ہو جائیں اور ہمارے ملک کے آئین میں مسلمان کی تعریف نیز مرتدین کے حکم کو داخل کر لیا جائے۔

فقیر نے نہایت عجلت میں یہ رسالہ ترتیب دیا، جس میں اختصار سے ان دونوں معاملات پر روشنی ڈالی ہے۔ بہر حال جتنا کچھ لکھا ہے کُتبِ معتبرہ سے لکھا ہے اور پوری ذمہ داری سے لکھا ہے۔اب یہ قوم کا فرض ہے کہ حکومت سے مطالبہ کرے کہ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے آئین میں درج ذیل چیزیں ضرور شامل کی جائیں۔[9]

1۔ مسلمان کی تعریف

2۔ مرتد کا حکم

3۔ خدا، رسول، دین، قرآن اور شعائر اسلام کی بے حرمتی ممنوع قرار دی جائے اور اس پر شریعت کی مقرر کردہ سزائیں جاری کی جائیں۔

مرکزی جماعت اہلسنت اس اہم دینی فریضہ کی انجام دہی میں مدد دینے کے لئے اس رسالہ کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

فقط

سید شجاعت علی قادری مفتی اہلسنت پاکستان

ناظم نشر و اشاعت مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان

---

9 الحمد للہ اب یہ تعریف آئینِ پاکستان کے باب 5، آرٹیکل 260 تعریفات، کے تحت درج ہے۔

اسلامی آئین میں مسلمان کی تعریف ضروری ہے:

اب جبکہ مدّتِ دراز کے بعد پاکستان کا آئین بنایا جارہاہے، بجاطور پر اُمید کی جاتی ہے کہ یہ آئین اسلامی ہوگا، یہی پوری قوم کا مطالبہ ہے اور یہی قوم کے رہنماؤں (بشمولیت بر سرِ اقتدار پارٹی) کا موقف ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس خطۂ زمین کے حصول کا مقصد اللہ کے دین کو یہاں نافذ کرنا تھا۔

جب اسلامی آئین کا ذکر آتا ہے تو اسلام یا مسلمان کی تعریف کا مطالبہ قدرتی اَمر ہے، اگر آئین میں اسلام یا مسلمان کی تعریف نہ کی جائے تو پورا آئین اسلامی ہونے کے باوجود بھی نتیجہ خیز نہ ہوگا، بلکہ اس امر کو خارج از امکان نہیں کیا جاسکتا ہے کہ کچھ دشمنانِ اسلام اپنی چالوں سے کام لے کر ملک کی قسمت کے مالک بن بیٹھیں گے اور باوجود غیر مسلم ہونے کے اپنے دنیاوی مفادات کے لئے اسلام کے دعویدار بنے رہیں گے ۔ آخر اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کیا طریقہ ہوگا؟

جب آئین میں مختلف اشیاء کی تعریفیں موجود ہیں تو اسلام بھی ایک چیز ہے اس کی بھی تعریف کی جانی چاہیئے۔

کوئی راہِ فرار نہیں۔۔۔

برسرِ اقتدار طبقے کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہاہے کہ جب بھی قوم کی طرف سے اس ملک میں اسلام کے نفاذ کا مطالبہ کیا جاتا ہے یہ طبقہ مسلمانوں کے مذہبی اختلافات کی آڑ لے کر اسلام کے نفاذ سے فرار اختیار کرتا ہے۔ یہی کچھ اب بھی ہورہاہے، جب قوم نے آئین میں اسلام یا مسلمان کی تعریف شامل کرنے کا مطالبہ کیا تو برسرِ اقتدار نے یہ جواب دیا کہ اسلام کی تعریف کیسے شامل کریں کیونکہ علماء اس سلسلہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ علماء کا اختلاف تو دیگر شرعی احکام اور قوانین میں بھی ہے۔ تو کیا آپ دیگر قوانینِ شرعیہ کے بارے میں بھی یہی جواب دیں گے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا دنیاوی اُمور، مثلاً سیاسیات، اقتصادیات وغیرہ میں تمام لوگوں کا اتفاق ہے؟ ان معاملات میں بھی تو اختلاف ہے، بلکہ شدید اختلاف ہے تو پھر ان مسائل کو کس طرح آئین میں شامل کیا گیا ہے؟!

تیسرا سوال یہ ہے کہ بحمد اللہ آپ بھی مسلمان ہیں، چلئے علماء کی نہیں مانتے تو آخر آپ کے نزدیک بھی تو اسلام کا کوئی تصور ہو گا اور مسلم اور غیر مسلم میں آپ کے نزدیک بھی کوئی نہ کوئی فرق ہو گا؟ وہی فرق بتا دیجئے۔

کچھ عقلمند کہتے ہیں جب اس ملک کے رہنے والے مسلمان ہیں تو پھر مسلمان کی تعریف آئین میں شامل کرنا بے سود ہے ہر شخص جانتا ہے کہ اسلام کیا ہے اور مسلمان کسے کہتے ہیں!

یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو آپ لوگ کہتے ہیں: "علماء مسلمان کی تعریف پر متفق نہیں"، دوسری طرف کہتے ہیں: "مسلمان کی تعریف سب کو معلوم ہے" اب کس کو جھوٹا قرار دیا جائے؟

اگر علماء مسلمان کی تعریف میں اختلاف کرتے ہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کی یہ سب سے بڑی خدمت ہو گی کہ قومی اسمبلی اسلام کی ایک متفقہ "تعریف" آئین میں شامل کر دے تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اختلافات سے محفوظ ہو سکیں، اس کارروائی سے غیر مسلموں میں بھی اسلام کا وقار بڑھے گا اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں میں فروعی اختلافات کے باوجود اُصولی قدر مشترک موجود ہے۔ ورنہ بر سرِ اقتدار طبقے سمیت

تمام مسلمانوں کے لئے یہ بات باعثِ شرم ہو گی کہ پاکستان کے اسلامی آئین میں مسلمان کی تعریف اس لئے شامل نہ کی جا سکی کہ مسلمان اس پر متفق نہ تھے۔

اسلام اور مسلمان کی تعریف میں اختلاف نہیں:

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسلمان کی تعریف میں اُمتِ مسلمہ کے درمیان نہ تو کبھی اختلاف رہا ہے اور نہ اب ہے، تمام اُمتِ مسلمہ کا سر فخر سے بلند ہو گیا، جب اسے معلوم ہوا کہ ایک وزیر کے چیلنج کے جواب میں علماء نے مسلمان کی متفقہ تعریف پیش کر دی۔ فرض کر لیجئے کہ کبھی مسلمانوں کے درمیان اسلام کی تعریف پر اختلاف تھا، مگر اب متفق ہیں تو جمہوریت کا تقاضہ ہے کہ آپ اسے آئین میں شامل کریں۔

عام مسلمانوں کی ذمّہ داری:

تمام مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مسلمان کی ایک متفقہ تعریف کو آئین میں داخل کرانے کے لئے ہر وہ کوشش کریں جو ان کے امکان میں ہے، یہ ایک بنیادی مسئلہ ہے جس کے لئے ہر کوشش جہاد ہے اور اس راہ میں اُٹھنے والا ہر قدم مستحقِ اجر وثواب ہے، یہ کسی طبقہ یا کسی فرقہ یا کسی فرد کا ذاتی معاملہ نہیں، بلکہ یہ ہر اس شخص کی ذمّہ داری ہے جو مسلمان ہے، اس مطالبہ کو منوانے میں کسی مسلمان کے لئے پس و پیش کا کوئی موقعہ نہیں جیسا کہ اس مطالبہ کو تسلیم نہ کرنے کا حکومت کے پاس کوئی جواز نہیں، آپ حکومت سے دریافت کریں کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جو اس مطالبہ کو تسلیم کرنے میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں؟ اور یہ کہ حکومت کو ان کی نازبرداری کیوں مقصود ہے؟

مسلم اور غیر مسلم میں خطِ امتیاز ضروری ہے:

یہ امر مسلمانوں سے پوشیدہ نہ ہو گا کہ اسلامی حکومت کے دور میں مسلم اور غیر

مسلم کے درمیان واضح خطِ امتیاز موجود تھا اور مسلم و غیر مسلم کے حقوق متعین تھے۔ پس جب تک ہم مسلم اور غیر مسلم کے درمیان حدِ فاصل نہ کر دیں اس وقت تک اسلامی آئین کا تصور ناممکن ہے۔

اگر ہر اُس شخص کو مسلمان سمجھ لیا جائے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تب خلفاءِ راشدین اور اہلبیت رضی اللہ عنہم کے اُن فیصلوں کا کیا بنے گا جو انہوں نے اسلام کے دعویداروں کے خلاف دیئے، جن میں ایسے لوگوں کو قتل بھی کرایا گیا؟!

اب عام مسلمانوں کی اطلاع اور اطمینان کے لئے مختصراً اسلام اور مسلمان کی تعریف پیش کی جاتی ہے، ہر فرقہ کے مسلمان اس تعریف کو یا اسلام کی اسی تشریح کو پڑھیں اور خیال فرمائیں کہ اس سے ان کو کیا اختلاف ہے؟ یا اس میں ان کے ایمانیات پر کیا زد پڑتی ہے؟

مسلمان کی تعریف قرآن میں:

قرآنِ کریم میں مسائل کی ترتیب انسانی ذہنوں کی ترتیب سے مختلف ہے اس میں ایک ہی مسئلہ کو مختلف مقامات پر مختلف انداز سے بیان کیا جاتا ہے، حتّٰی کہ کلمۂ طیبہ بھی قرآن میں آپ کو یکجا نہ ملے گا، لیکن اس بناء پر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ چونکہ قرآن میں کلمۂ طیبہ یکجا نہیں ہے، لہٰذا اِسلام میں دخول کے لئے کلمہ پڑھنا ضروری نہیں، اسی طرح مسلمان کی جامع و مانع تعریف قرآن شریف میں یکجا نہیں ہے، مگر اس کا یکجا نہ ہونا اس کے انکار کو مستلزم نہیں ہے۔

اب ہم قرآن کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جن سے اسلام کا اساسی تصور، یا اس کی تعریف معلوم ہوتی ہے:

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ضروری ہے:

1۔﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾[10]	یقیناً مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے۔

اللہ، فرشتوں کتابوں اور تمام رسولوں پر ایمان لانا

2۔﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾۔[11]	ایمان لائے رسول اس چیز پر جو اُنکے رب کی طرف سے اُن پر نازل کی گئی ہے اور مومن، سب کے سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

آخرت پر ایمان

3۔﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ عَلٰي هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۤ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾[12]	اور وہ جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا (قرآن) اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا (کتبِ سابقہ) اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں وہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔

---

10 النور: 24/62، الحجرات: 49/15۔

11 البقرۃ: 2/285۔

12 البقرۃ: 2/4-5۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں جن پر ایک مومن یا مسلم کے لئے ایمان لانا ضروری ہے پانچ ہیں :

1۔ اللہ　　2۔ تمام رسول جو آچکے　　3۔ تمام فرشتے

4۔ تمام کتابیں جو نازل ہو چکی ہیں　　5۔ آخرت۔

قرآنِ کریم کی صدہا آیات میں انہی چیزوں کو ایمان لانے کے لئے اساس قرار دیا ہے۔ باقی چیزوں پر ایمان لانا ان پر ایمان لانے کے لئے لازم ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں چھٹی چیز کا ذکر ہے اور وہ "تقدیر پر ایمان" ہے۔ یہ ایمان باللہ کے ضمن میں آجاتا ہے۔ اب آپ چاہیں تو بات اور مختصر کر سکتے ہیں۔ مثلاً آپ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جو اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتا ہو، کیونکہ رسولوں کا ماننا انکی تعلیمات کو ماننے کے مترادف ہے اور ان کی تعلیمات، مذکورہ اُمور پر مشتمل ہیں، اسی قسم کے لفظی اختلافات کو لوگ اُچھالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ علماء اسلام کی تعریف پر متفق نہیں، ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا حقائق سے انحراف کے مترادف ہے۔

اُمور خمسہ کی تشریح کا معیار:

اب اہم ترین معاملہ یہ رہ جاتا ہے کہ ان پانچوں اُمور کی تشریح کیسے ہو؟ کیا ان کی تعبیر میں اختلاف نہ ہو گا؟ اگر اختلاف ہو تو اس کے حل کا کیا طریقہ ہے؟ اس سوال کے جواب میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اختلاف تو ممکن ہے۔ مگر ایسا اختلاف نہیں جو لا ینحل ہو، اول تو اختلاف کا فیصلہ ہو جائے گا اور اگر نہ بھی ہو تو یقیناً یہ اختلاف ایسا ہر گز نہ ہو گا جس سے دین و دنیا کے کسی معاملہ پر بڑی زد پڑتی ہو، اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف کا ایک حل قرآن عزیز میں بتادیا ہے جو عقل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے:

1۔ ﴿لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[13] بلاشبہ اللہ کے رسول کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے۔

پس رسول اکرم (ﷺ) کی ذات منبع الصفات کے قول، فعل اور حال سے اِن اُمور کی تشریح ہو سکتی ہے۔

2۔ ﴿وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اٰمِنُوۡا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنۡ لَّا يَعۡلَمُوۡنَ ○﴾[14] اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ، جیسے لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ آگاہ ہو جاؤ! یہی لوگ بے وقوف ہیں مگر جانتے نہیں۔

اس آیت میں بڑی وضاحت سے بتا دیا گیا کہ معیارِ ایمان "الناس"[15] کا ایمان ہے یعنی ان لوگوں کا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بلاواسطہ فیض یافتہ تھے اور جو اسلام کے مخاطبِ اول اور اس کے مزاج شناس تھے، جو قرآن کو اس ہستی کی زبان سے سُننے اور سمجھنے کی سعادت رکھتے تھے جس پر کہ قرآن نازل ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو احمق قرار دیا جو کسی ایسے اسلام کی بات کرتے ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے

---

13 الاحزاب: 33/21۔

14 البقرۃ: 2/13۔

15 "الناس" کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر، تفسیر دُرّ منثور، خزائن العرفان وغیرہ زیرِ آیت 13، سورۃ البقرۃ۔

اسلام کی عملی تشریح و تعبیر سے مختلف ہو۔ یہ بات معمولی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اسلام وہی تھا جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عمل کر کے دکھایا اسلام کا منشاء وہی تھا جس کی تکمیل حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے کی اور یہی چیز اسلام کا معیار ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کو ماننا کافی نہیں بلکہ اللہ کو اس طرح ماننا ہو گا جس طرح "الناس" نے مانا، رسول کو ماننا وہی معتبر ہو گا جو "الناس" نے مانا، کتب، ملائکہ اور آخرت پر وہی ایمان معتبر ہو گا جو الناس کے ایمان کی طرح ہو۔

ایمان کی تعریف حدیث میں:

1۔ ((قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ))۔[16]

آپ نے فرمایا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے) "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ اسکے فرشتوں اس کی کتابوں اسکے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ اور تقدیر پر ایمان رکھو خواہ بھلی ہو یا بُری۔"

یہ تعریف وہی ہے جو قرآن سے ثابت ہے۔ البتہ اس میں تقدیر کا ذکر ہے جو ایمان باللہ کے ضمن میں آجاتی ہے اس کو علیٰحدہ بطور تاکید ذکر کر دیا گیا ہے۔

16 مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، الفصل الاول، ص 11، عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ، قدیمی کُتب خانہ، آرام باغ کراچی۔

متکلمین کے نزدیک تعریف:

علماءِ متکلمین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اسلام وایمان کی جامع ومانع تعریف کی ہے جو مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نزدیک مسلّم ہے یہاں ہم چند کتب کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

1۔ (إنّ الإيْمَانَ فِي الشَّرْعِ هُوَ التَّصْدِيْقُ بِمَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِ اللهِ) وَلَمْ يَذْكُرِ التَّوْحِيْدَ؛ لأَنَّه مِمَّا جَاءَ بِه الرَّسُوْلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الأَحْسَنُ أَنْ يَّذْكُرَ اهْتِمَاماً بِه أَيْ: تَصْدِيْق النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيْعِ مَا عُلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ مَجِيْئُه بِه مِنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالىٰ إجْمَالاً۔[17]

یقینا شریعت میں ایمان اس چیز کی تصدیق کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے اللہ کی طرف سے اور توحید کا ذکر اس لئے نہ کیا کہ وہ "ما جاء بہ الرسول" میں آگئی اور زیادہ اچھا ہوتا کہ توحید کی اہمیت کے پیش نظر اس کا ذکر کر دیا جاتا۔ یعنی ان تمام چیزوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا جن کے بارے میں بداہۃً علم ہو کہ انہیں حضور نے اللہ کی طرف

---

17 یہ عبارت "عقائدِ نسفی"، "شرح عقائد" اور اس کی شرح "نبراس" کی مجموعی عبارت ہے نیز اس کے ص392 (مکتبۂ حقانیہ، محلہ جنگی پشاور) پر ہے۔ ان تینوں کتابوں کے مصنّف یہ ہیں:

ا۔ "عقائدِ نسفی": ابو حفص عمر نسفی از 461 تا537۔

۲۔ "شرح عقائد": مسعود بن عمر تفتازانی۔

۳۔ "نبراس": عبدالعزیز پرہاروی تقریباً ۱۲۲۸ھ۔ نیز "در مختار"، ج3، ص391۔

سے پیش کیا ہے، اجمالی طور پر (یعنی اجمالی طور پر تصدیق کافی ہے۔)

2۔ قَالَ أَهلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ: شَرَائِطُ الإِيْمَانِ مَا يَجِبُ الإِيْمَانُ بِه وَلاَ يَصِحُّ بِدُونِهِ وَيَكْفُرُ بِالإِنكَارِ وَالرَّدِّ وَهُوَ كُلُّ مَا ثَبَتَ بِالنَّصِّ أَوْ بِالْخَبرِ الْمُتَوَاتِرِ أَوْ بِإِجْمَاعِ الأُمَّة۔[18]

اہل سنت وجماعت نے کہا کہ ایمان کی شرائط سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کے بغیر، ایمان درست نہیں اور ان کا منکر کافر ہے اور وہ ہر وہ چیز ہے جو قرآن حدیث متواتر یا اجماعِ اُمت سے ثابت ہو۔[19]

3: هُوَ التَّصْدِيْقُ الْجَازِمُ بِالْوَحْدَةِ وَصدقُ الرَّسُولِ فِي كُلّ مَا جَاءَ بِه وَلَوْ إِجْمَالاً۔[20]

وہ اس امر کی تصدیق یقینی ہے کہ خدا ایک ہے اور رسول ہر اس چیز میں سچے ہیں جو لے کر آئے ہیں خواہ اجمالاً ہی ہو۔

اب میں وہ تعریف پیش کرتا ہوں جو موجودہ دور میں ہر فرقہ کے علماء نے متفقہ طور پر پیش کی ہے اور تمام قوم مطالبہ کرتی ہے کہ اسے آئین میں داخل کیا جائے: "مسلمان ہر وہ شخص ہے جو ضروریاتِ دین اور قرآن و سنت پر یقین رکھتا ہو اور حضور نبی

18 "تمہید ابو شکور سالمی"، اس کتاب کے مصنّف داتا صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہم عصر ہیں۔

19 "تمہید ابو شکور سالمی"، امامِ اہلسنت علامہ ابو شکور محمد بن عبد السعید سالمی کشی، مترجم: مفتیِ اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری، فرید بُک اسٹال، ۳۸ اُردو بازار لاہور، طبع اول جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ۔ جون ۲۰۰۷ء، ایمان کی شرائط اور اُس کے شرائع کا بیان، ص 223-224۔

20 "مرام الکلام"، مصنّفہ مولانا عبد العزیز پرہاروی۔

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا اور قرآن وسنت کی تعبیر جو سلف صالحین سے اجماعاً منقول ہے صحیح جانتا ہو۔"[21]

---

21 الحمد للہ تعالیٰ 1973ء کے متفقہ آئینِ پاکستان کے باب 5، آرٹیکل 260 تعریفات، کی دفعہ 3 کے الف اور ب میں یہ درج کر لیا گیا ہے، آئین کی عبارت من وعن پیش کی جاتی ہے:

"**(الف)** "مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت وتوحیدِ قادرِ مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختمِ نبوّت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور

(ب) "غیر مسلم" سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے"۔

نیز اسی شق کی تشریح میں یوں مذکور ہے:

"جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن قانونی لغت کے صفحہ 355 پر مسلم / مسلمان کی تعریف ان الفاظ میں لکھتے ہیں: "جو کوئی شخص اللہ کو ایک اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہو اور تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو، مسلمان ہے"۔ ضروریاتِ دینی سے مراد وہ تمام اُمور ہیں جو بدیہی ہیں اور تواتر سے ثابت ہیں۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ وغیرہ کی فرضیت، ربا اور شراب اور زنا کی حرمت، مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنا اور روزِ سوال وجواب وغیرہ۔

=

اسلامی ملک میں مسلمان کو تبدیلیِ مذہب کی اجازت نہیں:

ہر معاملے میں آزادی کی ایک حد ہوا کرتی ہے۔ اسلامی ملک میں غیر مسلموں کو تمام انسانی حقوق حاصل ہیں، وہ اپنے مذہب پر عمل کرنے میں پوری طرح آزاد ہیں، مگر ان پر بعض پابندیاں ہیں، جو اَز روئے عقل وانصاف حق ہیں اسی طرح مسلمانوں پر کچھ پابندیاں ہیں، ایک پابندی یہ ہے کہ کوئی مسلمان اسلام چھوڑ کر کسی دوسرے دین میں داخل نہیں ہو سکتا ہے، اگر کوئی مسلمان خدانخواستہ ایسا کرتا ہے تو وہ شرعی اصطلاح میں "مرتد" ہے اور

= اس شق کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی تھی کہ قادیانی اور لاہوری احمدی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وہ اسلام کے تمام شعائر کی توہین کے مرتکب ہو رہے تھے لہٰذا اس دفعہ کے تحت انہیں غیر مسلم اور اقلیت قرار دیا گیا ہے۔

10 اگست 1992ء کو لاہور ہائی کورٹ کے جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے قرار دیا کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298۔ب کے تحت امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا اہلِ بیت جیسے مخصوص الفاظ قادیانی یا مرزا غلام احمد کے پیروکار استعمال نہیں کر سکتے اور یہ کہ ان الفاظ کے استعمال کی ممانعت قادیانیوں کو دوسرے القاب یا شعائر اسلام استعمال کرنے کا لائسنس نہیں دیتی جن سے وہ خود کو مسلمان ظاہر کریں کیونکہ انہیں غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ فاضل جج سے یہ ریمارکس شعائرِ اسلام استعمال کرنے والے دو قادیانیوں کی درخواست برائے ضمانت قبل از گرفتاری وبعد از گرفتاری مسترد کرتے ہوئے دیے۔ فاضل عدالت نے قرار دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار غیر مسلم ہیں۔

9 جولائی 1992ء کو سینٹ نے ایک بل کی منظوری دی جس کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ مبارک کی بے حرمتی کی سزا موت ہو گی۔ فوجداری قانون میں تیسری ترمیم کا بل وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کی روشنی میں منظور کیا گیا۔ قومی اسمبلی نے یہ بل پہلے ہی منظور کر لیا تھا"۔

اسلامی حکومت کی طرف سے اسے قتل کی سزا ملے گی، اس سلسلے میں ادلۂ شرعیہ بہت واضح ہیں، یہاں چند دلائل کا ذکر مناسب ہو گا۔

قرآن اور مرتدین:

1۔ ﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○﴾[22]	اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر بحالت کفر مر جائے تو ایسے لوگوں کے تمام اعمال دنیا وآخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور وہ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ارتداد کے نتیجہ میں انسان کے تمام اعمال رائیگاں جاتے ہیں اور دنیاوی واُخروی نقصان اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

2۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ﴾[23]	اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر گیا تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا جو اللہ سے محبت کرتے ہوں گے اور اللہ ان کو پسند فرمائے گا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مرتدین کو روئے زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں اور یہی منشائے الٰہی ہے کہ جو مرتد ہو جائے اس سے خدا کی زمین کو پاک کر دیا جائے اور خدا سے محبت رکھنے والے بندوں کے لئے جگہ خالی کرا لی جائے۔

---

22 البقرة: 2/217۔

23 المائدة: 5/54۔

3۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴾[24]

یقینا وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انھوں نے کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر میں زائد ہوئے، اللہ ان کی مغفرت کرنے والا نہیں اور نہ ہی انھیں راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

اس آیت میں مرتدین پر اللہ کے انتہائی غضب کا اظہار ہے اور وہ ان کا مغفرتِ الٰہی اور ہدایتِ ربانی سے یکسر محروم ہو جانا ہے، اسی آیت کو ایک اور مقام پر اس طرح بیان کیا ہے:

4۔ ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾[25]

اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دیگا جنھوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا۔

مرتد کا حکم احادیث میں:

1۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ مرتدین کو آگ میں جلوا دیا، جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: ''مَیں ان کو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''تم اللہ کا عذاب نہ دو'' (یعنی آگ سے جلانا) میں تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہی قتل کرتا، آپ نے فرمایا ہے:

مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ۔

جو اپنا دین بدل دے اس کو قتل کر دو۔

---

24 النساء: 4/137۔

25 آلِ عمران: 3/86۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کے حق میں کلمہ خیر کہا اور اظہارِ خوشنودی کیا۔[26] اس حدیثِ مرفوع سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

2۔ حضرت مسروق نے عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی کلمہ گو کا خون سوائے اِن تین اسباب میں سے کسی ایک کے حلال نہیں:

الف: شادی شدہ زانی یا زانیہ۔

ب: قتلِ ناحق کرنے والا۔

ج: اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ کر جماعت (مسلمانوں کی جماعت) سے الگ تھلگ ہو جانے والا"۔[27] ان دو حدیثوں کے علاوہ دوسری احادیث عمل صحابہ رضی اللہ عنہم میں آجائیں گی۔

اِجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین:

قرآن وحدیث کی صحیح ترین تفسیر وتعبیر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ منشاءِ اسلام کو سب سے زیادہ صحیح سمجھنے والی ہستیاں وہی ہو سکتی ہیں جو

---

26 "سُنن ابن ماجہ"، ابواب الحدود، باب المرتد عن دینہ، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، ص182، قدیمی کُتب خانہ، آرام باغ کراچی۔

"صحیح البخاری"، کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالہم، عن عکرمۃ، 2/ 1023، قدیمی کُتب خانہ، آرام باغ کراچی، طبعہ ثانیہ ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء۔

"جامع الترمذی"، ابواب الحدود، باب ماجاء فی المرتد، عن عکرمۃ، ص270، قدیمی کُتب خانہ، آرام باغ کراچی۔

27 "سُنن ابن ماجہ"، ابواب الحدود، باب لایحل دم امرء مسلم الاّ فی ثلاث، عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ص182، قدیمی کُتب خانہ، آرام باغ کراچی۔

اسلام کی مخاطبِ اول ہیں اور جن کے درمیان اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے، ہم نہایت اختصار سے یہاں چند حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مرتدین:

1۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد قریش او بنو ثقیف کے قبائل کو چھوڑ کر اکثر قبائلِ عرب مرتد ہوگئے تھے۔ سب سے بڑا مرتد مسیلمہ تھا جس نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے باوجود گوناگوں پریشانیوں کے ایک لشکر تیار کیا، جس نے مسیلمہ سے جا کر جہاد کیا اور بالآخر مسیلمہ کو جو نبوت کا مدعی تھا، قتل کر دیا گیا، اس جنگ میں سات سو حافظ صحابہ شہید ہوئے جن کا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کو شدید صدمہ ہوا، علاوہ ازیں بیک وقت اپنے گیارہ لشکر، مرتدین کا قلع قمع کرنے کے لئے روانہ کئے، آپ نے اعلان فرما دیا تھا کہ جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا مَیں اس سے جنگ کروں گا، غرضیکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتدین سے جنگ کرنا اور ان کا قلع قمع کرنا یہ عہدِ خلافت صدیقی کا وہ مشہور و معروف کارنامہ ہے جس کی تفصیلات میں جانے کی حاجت نہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تنہا مرتدین سے قتال نہیں کیا تھا بلکہ تمام صحابہ اس کارِ خیر میں ہر طرح آپ کے شریک تھے، اس لحاظ سے یہ کہنا درست ہو گا کہ مرتدین کو قتل کرنے، ان سے جنگ کرنے، انہیں قیدی بنانے اور ان کے مال کو مالِ غنیمت بنانے کے معاملات پر خیر القرون اور صدرِ اول میں ان مقدس ہستیوں کا اجماع ہو چکا تھا، جن کا عمل قرآن وحدیث کی صحیح تعبیر و تفسیر ہے۔[28]

---

28 ''تاریخ ابن خلدون''۔

2۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اس وقت ایک یہودی جو مسلم ہونے کے بعد مرتد ہو چکا تھا بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں اپنی سواری سے اس وقت تک نہیں اتروں گا جب تک کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسے قتل نہ کر دیا جائے چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔[29]

اس واقعہ سے جہاں ان دو جلیل القدر صحابیوں کا عمل ظاہر ہوتا ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے یہ مبلغین اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ مرتد کی سزا اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک قتل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا مدعی مرتد ہے:

مَنْ زَعَمَ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَوْ نَبِيُّهُ اَوْ اَخْبَرَ عَنِ اللّٰهِ خَبراً كَذِبَ فِيْهِ كَمُسَيْلِمَةَ وَالْعَنْسِي وَنَحْوِهِمَا مِنَ الْمُتَنَبِّئِيْنَ فَاِنَّهُ كَافِرٌ حَلَالُ الدَّمِ۔[30]

جس نے گمان کیا کہ وہ اللہ کا رسول یا نبی ہے یا اللہ کی طرف کوئی خبر جھوٹی منسوب کر دی جیسے مسیلمہ اور اسود عنسی وغیرہ جھوٹے نبی، تو ایسا شخص کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے۔

---

29 "سُنن ابن ماجہ"، ابواب الحدود، باب لایحل دم امرء مسلمٍ الاّ فی ثلاث، عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ص182-183، قدیمی کُتب خانہ، آرام باغ کراچی۔

30 "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، شیخ ابن تیمیہ متوفیٰ 728ھ، عالم الکتب، 1403ھ-1983ء، ص171۔

ایسے لوگوں سے کیا برتاؤ ہونا چاہیے؟ یہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ جو صحابہ نے ایسے لوگوں کے ساتھ روا رکھا وہی ہونا چاہیے۔

اسلامی حکومت کی ذمّہ داری ہے کہ اس میں خدا، رسول اور کتاب اللہ کی عزت کا تحفّظ ہو

اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ہے کہ وہ کسی شخص کو خدا، رسول اور کتاب اللہ کی توہین کی اجازت نہ دے جو شخص بھی مذکورہ اُمور میں سے کسی کی توہین کا مرتکب ہو، مرتد ہے اور واجب القتل۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز نہ ہو گا۔ اگر غیر مسلم بھی توہین کرے گا تو اس کا ذمہ جو ہم پر ہے فوراً ختم ہو جائے گا اور وہ واجب القتل ہو گا۔

وَالدَّلَالَۃُ عَلٰی انۡتِقَاضِ عَھۡدِ الذِّمِّی بِسَبِّ اللّٰہِ اَوۡ کِتَابِہٖ اَوۡ دِیۡنِہٖ اَوۡ رَسُوۡلِہٖ وَوُجُوبُ قَتۡلِہٖ وَقَتۡلِ الۡمُسۡلِمِ اِذَا اَتیٰ ذٰلِکَ، الۡکِتَاب وَالسُّنَّۃ وَاِجۡمَاع الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیۡنَ وَالۡاعۡتِبَار۔[31]

اللہ یا اس کی کتاب، یا اس کے دین، یا اس کے رسول کو گالی دینے کہ وجہ سے ذمی کے معاہدہ کے ختم ہونے اور ذمی یا مسلم کو اس جرم کی پاداش پر قتل کئے جانے کی دلیل قرآن، سنت، اجماع صحابہ و تابعین اور قیاس ہے۔

گالی دینے والی ایک عورت کا قتل:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص کی ایک اُمِ ولد تھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا کلمات کہا کرتی تھی، ایک دن اس نابینا نے اس کو قتل کر دیا۔ صبح جب اس واقعہ کا چرچہ ہوا تو نابینا شخص نے حضور ﷺ کے دربار میں قتل

---

31 ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“، ص 11۔

کرنے کا اعتراف کیا اور کہا کہ اس سے میرے دو بچے بھی ہیں مگر یہ آپ ﷺ کو بُرا بھلا کہتی تھی اور بارہا سمجھانے کے باوجود باز نہ آتی تھی اس لئے میں نے اسے قتل کر دیا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَلَا اشْهَدُوْا اَنَّ دَمَهَا هَدْرٌ)) لوگو! گواہ ہو جاؤ اس کا خون معاف ہے۔[32]

دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ باندی یہودی تھی۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کو ہر طرح آزادی ہے مگر خدا اور اس کے رسول ﷺ کی توہین کی آزادی نہیں ہے اور یہ کوئی ناجائز پابندی نہیں ہے آخر ملک کے بانی اور دیگر مقتدر شخصیتوں کی اہانت بھی قانونی جرم ہوتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک اسلامی ریاست میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا تحفظ نہ کیا جائے۔

کعب بن اشرف کا قتل:

کعب بن اشرف جس کا تعلق یہود کے قبیلہ بنو نضیر سے تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ نہ تو خود آپ سے جنگ کرے گا اور نہ ہی آپ کے خلاف کسی کی مدد کرے گا۔ پھر اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں شروع کر دیں اور ہجو یہ اشعار بھی کہے۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهُ قَدْ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ))۔

کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کر دے کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔

اُس وقت کے مسلمان بڑے غیور تھے، محمد بن مسلمہ اُٹھے اور کہا:

---

32 ”سنن ابو داود“، ”سنن نسائی“۔ ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“، ص67۔

اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَہٗ؟ قَالَ: نَعَمْ۔

میں تیار ہوں یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کر ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

پھر آپ نے ایک حیلہ سے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا اور رسول اکرم ﷺ کی خوشی حاصل کی۔

افسوس کہ آج مسلمان، مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے، زبان پر، روٹی کپڑے پر، سیاسی مفادات پر، اپنی ذاتی اغراض پر اور پھر اسے کارِ خیر سمجھتا ہے، لیکن غیرت و حمیت اگر مُردہ ہے تو صرف اسلام کے معاملہ میں، جہاں دین کا معاملہ آیا رجعت پسندی، مذہبی جنون اور فرقہ واریت جیسے الفاظ بول کر بات ٹال دی گئی، کیا اپنی لیڈری چمکانے کے لئے مسلمانوں کا خون بہانا خردمندی ہے۔

جب صبح ہوئی تو ذمی یہود مشرکین اس معاملہ پر حیران رہ گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ہمارے سردار کو رات کو اچانک قتل کر دیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّہٗ لَوْ قَرَّ کَمَا قَرَّ غَیْرُہٗ مِمَّنْ ھُوَ عَلٰی مِثْلِ رَأْیِہٖ مَا اغْتِیْلَ وَلٰکِنَّہٗ نَالَ مِنَّا الْاَذٰی وَھجَانَا بِالشِّعْرِ وَلَمْ یَفْعَلْ ھٰذَا اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلَّا کَانَ لَہٗ السَّیْفُ۔[33]

آپ نے فرمایا: "اگر وہ اپنے دوسرے ہم عقیدہ لوگوں کی طرح سیدھے سیدھے رہتا چلا آتا تو یہ واقعہ نہ ہوتا مگر اس نے ہمیں تکلیف پہنچائی اور اشعار میں ہماری

---

33 "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، ص89-91۔

مذمت کی اور تم میں سے جو بھی ایسا
کرے گا تلوار اس کا فیصلہ کرے گی"۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں جو بھی گستاخی کرے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ذمی ہو یا غیر ذمی واجب القتل مباح الدم ہے۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس سے کھیلنے کے لئے نہیں رکھا جاتا ہے۔

عصماء کا قتل:

عصماء بنت مروان خطمیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتی اور ہجویہ اشعار کہتی تھی۔ عمیر بن عدی خطمی کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے نذر مان لی کہ "میں اسے ضرور قتل کر دوں گا"۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ بدر سے واپس تشریف لائے تو عمیر رات میں مذکورہ عورت کے گھر گئے اور اسے قتل کر دیا۔ صبح کی نماز حضور کے ساتھ ادا کی، آپ نے عمیر کو دیکھتے ہی فرمایا: "کیا تم نے مروان کی بیٹی کو قتل کر دیا؟" عمیر نے ڈرتے ڈرتے کہا: ہاں یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا اس سلسلہ میں مجھ پر کچھ جرمانہ ہے! آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

اِذَا اَحۡبَبۡتُمۡ اَنۡ تَنۡظُرُوۡا اِلٰی رَجُلٍ — اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرو
نَصَرَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ بِالۡغَيۡبِ فَانۡظُرُوۡا — جس نے خدا اور اس کے رسول ﷺ

"تاریخ واقدی" (مغازی الواقدی)، ابو عبد اللہ محمد بن عمر واقدی، متوفیٰ 207ھ، طبعہ ثالثہ 1404ھ۔ 1984ء، عالم الکتب، بیروت، ج1، ص184-192، ملخصًا۔

اِلیٰ عُمَیْرِ ابْنِ عَدِیّ۔ کی پیٹھ پیچھے مدد کی ہو، تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔[34]

عصماء کے قتل کے بعد بنو خطیمہ میں اسلام علانیہ ظاہر ہو گیا اور لوگ جو مارے خوف کے اسلام ظاہر نہیں کرتے تھے اب ظاہر کرنے لگے۔

ابی عفک یہودی کا قتل:

یہ بنو عمرو بن عوف کا ایک شیخ تھا۔ اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی، یہ بھی ذمی بن کر مدینہ میں رہتا تھا۔ مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں فتحیاب ہو کر واپس آئے تو اس کی آتش غیظ و غضب بھڑک اٹھی اور اشعار میں حضور ﷺ کی ہجو کرنے لگا۔ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جب اس کے منہ سے یہ کلمات سُنے تو نذر مان لی کہ خواہ مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینا پڑے میں اس بدبخت کو قتل کر دوں گا، چنانچہ گرمیوں کی ایک رات جب وہ صحن میں سو رہا تھا حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس کے پیٹ میں اپنی تلوار اُتار دی اور اس کا خاتمہ کر دیا۔[35]

واقدی نے اپنے شیوخ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ مرد اور چار عورتوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ ان میں دو عورتیں ابن خطل کی گانے والیاں تھیں، ایک کا نام

---

34 محمد بن سعد نے "طبقات" میں، ابن اسحٰق نے "مغازی" میں اور ابو عبید نے "کتاب الاموال" میں ذکر کیا۔
"تاریخ واقدی"، ج1، ص172-173۔ "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، ص95-97۔

35 کتب مغازی و سیر۔ "تاریخ واقدی"، ج1، ص174-175، ملخصاً۔
"الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، ص104-105۔

فرتنی اور دوسری کا نام قریبہ تھا، دوسری دو عورتیں سارہ، ارنب تھیں ابن خطل کی گانے والیوں کا ذکر تقریباً تمام علماءِ سیر نے کیا ہے۔

ان روایت سے معلوم ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کا معاملہ اتنا شدید ہے کہ عورتوں کو بھی قتل کا حکم دیا گیا ہے، جبکہ عام حالات میں اسلام کافرہ عورتوں کے قتل سے بھی منع کرتا ہے۔

ابن خطل:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے تو کسی نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا ہے، آپ ﷺ فرمایا اسے قتل کر دو چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی حالات میں اس کو قتل کر دیا۔[36]

ابن خطل مسلمان تھا، مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی، رسول اکرم ﷺ نے اسے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا، راستے میں یہ اپنے ایک خادم سے ناراض ہوا اور اسے قتل کر دیا، پھر اسے خطرہ ہوا کہ مجھے کہیں بطور قصاص قتل نہ کر دیا جائے، چنانچہ مکہ بھاگ گیا اور وہاں مرتد ہو گیا۔[37]

---

36 بخاری و مسلم۔
"تاریخ واقدی"، ج2، ص859-860، ملخصًا۔
"الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، ص134۔
37 "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، ص135۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیز کا فرمان:

جنید سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دیں تو حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس کی اطلاع دی گئی آپ نے جواب دیا:

لاَ یُقْتَلُ اِلَّا مَنْ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ اَجْلِدُہٗ عَلٰی رَأْسِہٖ اَسْوَاطاً۔

صرف اسی شخص کو قتل کیا جائے جو رسول اکرم ﷺ کو گالی دے اور اِس کے سر پر چند کوڑے مارے جائیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا متبعِ سُنّت ہونا مشہور ہے اور آپ کی شخصیت غیر متنازع فیہا ہے، آپ کے فیصلہ سے معلوم ہوا کہ اگرچہ حاکم عادل کی عزت کا تحفظ اسلامی ریاست میں ضروری ہے مگر اس کا مرتبہ رسول اکرم ﷺ کی عزت سے کمتر ہے۔

قابل افسوس:

یہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے لیڈر اپنی عزتوں کے تحفظ کے قوانین بناتے ہیں[38] مگر خدا اور اس کے رسول کی عزت کو کوئی قانونی تحفظ حاصل نہیں، اگر معاذ اللہ کوئی رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو کس عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے؟[39]

---

38 مثلاً پاکستان کے جھنڈے، نوٹ اور قائدِ اعظم وغیرہ جیسی شخصیات یا اُن کی تصاویر کی توہین کرنا قابلِ سزا جُرم ہے۔

39 یہ رسالہ 1973ء کے آئین کی تیاری سے پہلے کا ہے، جبکہ آج الحمد للہ گستاخی کے مرتکب افراد کے خلاف مقدمہ درج کروایا جاسکتا ہے۔

مرتد کے فقہی احکام

ارتداد کیا ہے؟

فقہائے نے ارتداد کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

اِجْرَآءُ كَلِمَةِ الْكُفْرِ عَلَى اللِّسَانِ بَعْدَ وُجُوْدِ الاِيْمَانِ۔[40]　ایمان کے بعد کلمۂ کُفر کا زبان پر لانا۔

حکم:

فرمانِ رسالت مآب ﷺ ہے: "جو اپنا دین بدل دے اُسے قتل کر دو۔"

بعض تفصیلات:

1۔ اگر معاذ اللہ کوئی شخص مرتد ہو جائے تو مستحب ہے (فرض یا واجب نہیں) کہ اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے، اگر توبہ کر لے اور اسلام میں دوبارہ داخل ہو جائے تب ٹھیک ہے ورنہ حاکم معاملہ پر غور کرے گا اگر توبہ کی امید ہو، یا وہ خود کچھ مہلت مانگے تو زائد سے زائد تین دن کی مہلت دے دے ورنہ فوراً اِسے قتل کر دے، یہی طریقۂ کار سیدنا عمر و علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔[41]

2۔ عورت اگر مرتد ہو جائے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، آیا اسے قتل کیا جائے یا نہ؟ امام ترمذی فرماتے ہیں: "مرتدہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ اہل علم کا ایک گروہ کہتا ہے اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے قید کیا جائے، یہ قول سفیان ثوری وغیرہ اہل کوفہ کا ہے اور

---

40 "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع"، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت لبنان، طبعہ ثالثہ 1421ھ-2000ء، بیان احکام المرتدین، ج6، ص117۔

41 "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع"، بیان احکام المرتدین، ج6، ص118۔

بعض اہلِ علم نے کہا قتل کر دیا جائے، اوزاعی احمد اور اسحٰق کا یہی قول ہے۔"

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک مرتدہ کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور ہر دن اسے نکال کر اسلام کی دعوت دی جائے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک وہ اسلام نہ لے آئے یا مر نہ جائے، امام کرخی فرماتے ہیں: بطور سزا کوڑے بھی مارے جائیں، بہر حال ان حضرات کی دلیل رسول اکرم ﷺ کا یہ قول ہے: "کسی بچے اور کسی عورت کو قتل نہ کرو۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو بھی قتل کیا جائے گا کیوں کہ مرتد کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد عام ہے۔[42]

3۔ مرتد کو غلام نہیں بنایا جائے گا، کیوں کہ اس کے لئے صرف دو راستے ہیں یا اسلام یا تلوار۔

4۔ مرتدہ جب دار الحرب میں چلی جائے پھر پکڑی جائے تو باندی بنائی جائے گی۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مرتدینِ عرب کی عورتوں اور ان کے بچوں کو غلام باندی بنالیا تھا۔

5۔ مرتد پر جزیہ نہیں، کیوں کہ جزیہ تو اس پر ہو جو زندہ رہے۔

6۔ اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے تو انہیں جدا کر دیا جائے گا۔ اب اگر عورت مرتدہ ہوئی تو اس تفریق میں شوہر سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی اور اگر مرد مرتد ہو تو اس میں کچھ تفصیل ہے جو "کتبِ فقہ" میں مذکور ہے۔[43]

---

[42] "بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع"، بیان احکام المرتدین، ج6، ص119۔

[43] ملاحظہ ہو شرح فتح القدیر، عنایہ وبدایہ، مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ، باب احکام المرتدین، ج5، ص307-316۔

اولادِ مرتدین کے احکام:

اولادِ مرتدین کے بارے میں فقہا نے مختلف احکام بیان کئے ہیں، جنھیں ہم یہاں بیان کئے دیتے ہیں:

1۔ اگر بحالتِ اسلام بچہ پیدا ہوا پھر میاں بیوی مرتد ہو گئے تو جب تک وہ دار الاسلام میں ہیں بچوں کے مرتد ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

2۔ اگر بحالتِ اسلام بچہ پیدا ہوا، پھر میاں بیوی مرتد ہو گئے اور بچہ بھی بالغ ہوتے ہی مرتد ہو گیا تو اب اگرچہ اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا، مگر قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ردّتِ حکمیہ ہے حقیقیہ نہیں۔

3۔ مرتد کی اولاد کی اولاد کو اسلام پر بھی مجبور نہیں کیا جائے گا۔

وَلَا يُجْبَرُ وَلَدُ وَلَدِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ؛ لِاَنَّ وَلَدَ الْوَلَدِ لَا يَتْبَعُ الْجَدَّ فِي الْاِسْلَامِ اِذْ لَوْ كَانَ كَذَالِكَ لَكَانَ الْكُفَّارُ كُلُّهُمْ مُرْتَدِّيْنَ لِكَوْنِهِمْ مِنْ اَوْلَادِ آدَمَ وَنُوْحٍ عَلَيْهِمَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ فَيَنْبَغِي اَنْ تَجْرِيَ عَلَيْهِمْ اَحْكَامُ اَهْلِ الرِّدَّةِ وَلَيْسَ كَذَالِكَ بِالْاِجْمَاعِ۔	اور مرتد کی اولاد کی اولاد کو اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ اولاد کی اولاد اسلام میں دادا کی تابع نہیں اگر ایسا ہوتا تو تمام کافر مرتد قرار پاتے کیونکہ وہ آدم و نوح علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں تو ان پر بھی مرتدین کے احکام جاری ہونے چاہئیں حالانکہ ایسا بالاجماع نہیں ہے۔

۴۔ اگر میاں بیوی مرتد ہو گئے اور عورت حالتِ ارتداد میں حاملہ ہوئی، تو اب جو بچہ پیدا ہو گا وہ بحکمِ والدین مرتد ہو گا، اگر وہ مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

خلاصۂ کلام یہ کہ قتل صرف مرتد کو کیا جائے گا۔ اس کی اولاد کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ انہیں اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور اولاد کی اولاد کو اسلام پر مجبور بھی نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان کے ساتھ غیر مسلموں کا سا سلوک ہو گا۔

قادیانیوں کا معاملہ:

قادیانیوں کا معاملہ بالکل واضح ہے۔ تمام اسلامی فرقوں کے علماء کے فتاویٰ اور پاکستان کی فاضل عدالتوں کے فیصلوں کا مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

ابتداءً میرا خیال تھا کہ اس رسالے میں صرف اُمورِ کلّیہ کا ذکر کروں اور کسی خاص جماعت یا گروہ کی طرف اشارہ نہ کروں مگر بوقتِ تسوید مجھے ایک رسالہ مصنفہ ملک الٰہی بخش وارن مورخہ ۱۴/جولائی ۱۹۷۲ء ملا۔ یہ رسالہ "نقلی قادیانیوں" کے عقیدے کے مطابق ہے۔ پس ضروری ہے کہ چند سطور میں اس رسالے کی حقیقت منکشف کر دی جائے۔

1۔ رسالے کی ابتداء میں شکوہ ہے کہ مولوی لوگ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے جڑتے ہیں۔ اس عنوان کو خوب مزے لے لے کر بیان کیا ہے، کیونکہ علماء کی پگڑی اُچھالنا اس دور میں سب سے آسان اور دلچسپ مشغلہ ہے اور اس پر دین سے بے بہرہ لوگوں کی طرف سے خوب داد و دہش بھی ہوتی ہے۔ ملک صاحب کہتے ہیں:

"مگر بد قسمتی سے ان کے قلب کچھ اتنے وسیع اور بُردبار نہیں ہوتے کہ اختلافِ عقیدہ برداشت کر سکیں"۔ (ص ۲)

ملک صاحب اور ان کے نقلی قادیانی حواریوں سے گذارش ہے کہ گالیاں بجائے مولویوں کے اس شخص کے پتے پر بھیج دیں جس نے چودہ سو سال کے تمام مسلمانوں کو بے دین قرار دے رکھا ہے۔

1۔ ”خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔“[44]

2۔ ”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام نہیں سُنا وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے“۔[45]

3۔ ”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو تو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا ہے یا محمد کو تو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا ہے وہ نہ صرف ”کافر“ بلکہ ”پکا کافر“ اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔“[46]

ملک صاحب! کافر گری کی مشین کس کے پاس ہے؟

پھر ملک صاحب نے لکھا ہے:

”تکفیر کی روک تھام کے لئے تو خود حضور اکرم ﷺ نے بھی یہ سزا مقرر کی ہے ۔کسی کلمہ گو کو کافر کہنے والا خواہ بڑا عالم دین ہی کیوں نہ ہو کافر ہو جائے گا۔“

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کس حدیث کے الفاظ ہیں؟ بہر حال مسلمانوں کے لئے یہ قابل حیرت امر نہیں کہ قادیانی حدیث میں کیسی کیسی تحریفیں کرتے ہیں، کیونکہ جب یہ لوگ قرآن میں نہیں چوکتے تو پھر حدیث کے ساتھ کیا رعایت برتیں گے۔

---

44 ارشاد مرزا غلام احمد مندرجہ ”رسالہ الذکر الحکیم“ نمبر 4 ، ص 24، منقول از ”اخبار الفضل“ مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۵ء۔

45 ”آئینہ صداق“، ص 35، مصنفہ محمود احمد صاحب خلیفۂ قادیان۔

46 ”کلمۃ الفضل“ مندرجہ ریویو آف ریلیجنز، ص 11، نمبر 3 جلد 14۔

جہاں تک علامہ اقبال کے نظریات کا تعلق ہے تو دنیا جانتی ہے کہ جب تک علامہ پر قادیانیوں کی حقیقت نہیں کھلی تھی (جیسے کہ اب بھی بعض مسلمانوں پر نہیں واضح ہوئی ہے) یہ اس وقت کی بات ہے۔ بعد میں انھوں نے امت قادیانیہ کے لئے یہ شعر پیش کیا ہے؂

پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت
کہتی ہے یہ مومنِ پارینہ ہے کافر

پھر ملک صاحب رقمطراز ہیں:

”ہاں یہ بات البتہ نہایت رنجیدہ ہے کہ جماعتِ احمدیہ ربوہ بھی مخالفین کے ہمنوا ہو کر حضرت مرزا صاحب کو ان کے عقیدہ کے سراسر خلاف مدعیِ نبوت مانتی اور ان کے نہ ماننے والے کلمہ گو مسلمان کو کافر سمجھتی ہے۔“

اب ہم ملک صاحب اور ان کے نقلی قادیانیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ ابھی آپ نے ص ۶ پر ایک حدیث کا حوالہ دیا تھا کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ اگر آپ اس حدیث کو مانتے ہیں تو آپ کے نزدیک ربوہ کی جماعت اور خلفاء سب کافر قرار پاتے ہیں، پھر آپ نے مرزا صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ

”لہٰذا مدعیِ نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں۔“ (ص ۳)

اس قول کو اگر آپ سچا مانتے ہیں تو مرزا صاحب کو نبی ماننے والوں پر لعنت بھیجئے بہر حال ربوہ والوں سے آپ نمٹ لیجئے اور آپ سے ہم نمٹ لیں گے اور وہ اس طرح کہ جب آپ نے مرزا جی کے دعوائے نبوت کو ہی جھٹلا دیا جو انھوں نے اپنی زندگی کے آخری دور میں کیا تھا تو اب مرزا جی سے کسی نہ کسی طرح وابستہ رہنا اور تمام مسلمانوں کے خلاف ایک راہ نکالنا کیا ضروری ہے سیدھے سیدھے مکمل اسلام کی طرف رجوع کر لیجئے، اللہ آپ کو

قبولِ حق کی توفیق دے اور اگر آپ مرزا صاحب کی پوزیشن دعوائے نبوت سے صاف کرنا چاہیں گے تو اس کا صاف ہونا ممکن نہیں۔

لاہوری قادیانیوں کا عقیدہ:

لاہوری قادیانی مسلمانوں میں اپنا اثر و نفوذ جمانے کے لئے روزانہ اپنے عقائد تبدیل کرتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے عقیدے کا اعلان ۱۹۳۱ء کے اخبار "پیغام صلح" میں اس طرح کر چکے ہیں:

حلفیہ اعلان

"ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خادم اولین میں سے ہیں ہمارے ہاتھوں میں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے، ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے "سچے رسول" تھے اور اس زمانے کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے اور آج ان کی متابعت ہی میں دنیا کی نجات ہے اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہ نہیں چھوڑتے۔"

(پیغام صلح جلد نمبر ۱ ستمبر ۱۹۳۱ء)